مسلم دنیا کی موجودہ فکری انتہا پسندی

عوامل، اثرات، تدارک (تجزیاتی مطالعہ)

محمد بلال ابراہیم بربری

ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

Abstract

.Extremism in its broader context is a complicated term. Usually this term is used to describe a certain behavior while supporting one's ideologies be it religious, political or ethnic. In the context of religious affiliations, this term (i.e. extremism) is used interchangeably with more encompassing terms like fanaticism, fundamentalism and forceful enforcement. This makes it highly imperative to be informed of the historical backdrop and relevant contemporary terminologies that are used in conjunction with religious extremism.

In this article, we have analyzed the current thought process within the Muslim world. We believe we can classify the prevalent religious extremism into three dimensions; religious, cultural and sectarian. In its very basic form, this three dimensional extremism matrix presents an existential challenge for all Muslims across

the world. Without prejudice, the Muslim scholars must reat which is infusing the new generation with skepticism and reluctance toformulate an appropriate response and strategy to proactively address this thwards the universal message of Islam. We identify the reasons behind the current intellectual extremism, discuss its impact on the overall state of global Muslim population. Towards the end, we attempt to outline a framework that can be used as a starting point towards containing this violent challenge inndefective manner.

انتہا پسندی: ایک تعارف

انتہا پسندی اور متعلقہ اصطلاحات کا لغوی تعارف: اردو زبان کے لفظ ''انتہا پسندی'' کی تعبیر انگریزی زبان میں (Extremism) سے (۱)، اور عربی زبان میں ''تطرف'' سے کی جاتی ہے (۲)۔ انتہا پسندی ہی کے معانی و مفاہیم کی تقریباً ادائیگی کے لیے کچھ اور الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں، جن کا سمجھنا انتہا پسندی کے مفہوم کی وضاحت میں معاون ہے۔ اس سلسلے میں مذہبی جنونیت (Fanaticism)، بنیاد پرستی (Radicalism/ Fundamentalism)، اور عدم برداشت (Intolerance) انتہا پسندی کے پس منظر میں عمومی اور کثرت استعمال کی بنا پر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام الفاظ انتہا پسندی کے براہ راست یا بالواسطہ مترادفات (synonyms) بھی ہیں۔ (۳) کسی بھی نظریے، رویے، فکر یا عمل میں غلو کرنے اور تعصب سے کام لینے کا رجحان انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ اس لفظ کا استعمال بنیادی طور پر سیاسی نظریات میں تعصب آمیز رویہ رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ (۴) اسی طرح انتہا پسند اس شخص کو کہتے ہیں جو سوسائٹی کے معمول کے رجحان کے خلاف اقدامات کا حامی ہو اور ایسے اقدامات کے جواز کی وکالت کرے۔ (۵)

مذہبی جنونیت کی انگریزی تعبیر (Fanaticism) ہے۔ (۶) لیکن (Fanaticism) کا لفظ اپنے لغوی معنی میں مطلق ہے، جو مذہب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی بھی نظریے اور فکر سے وابستگی کے سلسلے میں بے تحاشا اور ضرورت سے زائد لگن اور جوش و خروش (Fanaticism) کہلاتا ہے، (۷) چاہے یہ وابستگی مذہبی نظریات سے ہو یا

سیاسی نظریات سے، لغت میں اس کیفیت کی وابستگی (Fanaticism) ہی سے تعبیر ہوگی۔(۸)

(Radicalism/Fundamentalism) اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ایسے رویے یا انداز فکر سے عبارت ہے جو کسی نظریے کے بنیادی اصولوں کی بلا تاویل اور شدت کے ساتھ نفاذ کا حامی ہو، مثلاً مذہبی بنیاد پرستی یا سیاسی بنیاد پرستی وغیرہ۔(۹) عرصے تک یہ لفظ امریکہ کے ایک عیسائی پروٹسٹنٹ فرقہ کے لیے بطور نام استعمال ہوتا رہا جو بائبل کے غلطیوں سے مکمل مبرا ہونے کا دعوے دار اور شدت پسندی کے ساتھ بائبل تعلیمات کے حرف بہ حرف نفاذ کا حامی تھا۔ یہ تحریک انیسویں صدی کے آخر میں لبرل پروٹسٹنٹ کی مخالفت میں شروع ہوئی۔ بیسویں صدی کے اواخر میں یہ لفظ کئی ایک ایسی مذہبی جماعتوں کے لیے استعمال ہوا جو مذکورہ عیسائی فرقے کے رویہ نظر وفکر اور شدت پسندی میں کسی بھی طرح ان کے مماثل تھیں۔(۱۰) کولنز انگلش ڈکشنری کے مطابق ''اسلامی بنیاد پرست'' اس تحریک/ جماعت کو بھی کہا جاتا ہے جو قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات پر سختی کیساتھ عمل کرنے کی حامی ہے۔(۱۱)

(Intolerance) یعنی عدم برداشت، (Tolerance) یعنی رواداری کا متضاد (opposite) ہے۔ رواداری کا مفہوم دیگر مذاہب کے عقائد و اصول کا احترام اور انہیں حقیقت تسلیم کرنا ہے (۱۲)، جب کہ عدم برداشت کا مفہوم، جیسا کہ لفظوں سے ظاہر ہے، دیگر مذاہب و عقائد کو برداشت کرنے اور ان کے احترام سے انکار ہے۔(۱۳) تنگ نظری (Narrow-mindedness) اور تعصب (Bigotry) کے الفاظ بھی عدم برداشت کے ہی کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔(۱۴)

انتہا پسندی کا اصطلاحی مفہوم، مختلف آراء کا تجزیہ: ڈاکٹر پیٹر کول مین (Dr. Peter T. Coleman) اور ڈاکٹر اینڈریا برٹولی (Andrea Bartoli) کے مطابق ''انتہا پسندی'' ایک پیچیدہ اصطلاح ہے، اس کا سادہ مفہوم یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ عقائد، اخلاق، احساسات، عمل، اور حکمت عملی میں معمول کے یکسر خلاف رویہ اور طرز عمل انتہا پسندی ہے۔ تاہم کسی شخص، جماعت یا کسی رویے کو انتہا پسند کہنا اور معمول کی سرگرمی کا تعین کرنا سیاسی اور شخصی نوعیت کا معاملہ ہوتا ہے، جس میں آراء کا اختلاف عین ممکن ہے کہ ایک ہی سرگرمی ایک رائے کے مطابق انتہا پسندی ہو، اور دوسری رائے کے مطابق عین انصاف ہو۔(۱۵) انتہا پسندی کے تعین میں یہی پیچیدگی اس اصطلاح کو غیر واضح اور مبہم بنا دیتی ہے۔

عام طور پر انتہا پسند جماعت کے بالمقابل جماعت کی تعبیر اعتدال پسند (Moderates/Centrists) سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ مغربی دنیا میں مسلمانوں کی یہی دو قسمیں شمار کی جاتی ہیں، ایک کو انتہا پسند مسلمان، جب کہ دوسری کو اعتدال پسند مسلمان کہا جاتا ہے۔ یہ دو قسمیں مذہب عیسائیت کے پیروکاروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مزید برآں کسی بھی فرد یا جماعت کو انتہا پسند ہونے کا خطاب کسی دوسری جماعت کی طرف سے دیا جاتا ہے، کوئی جماعت خود کو انتہا پسند نہیں

کہتی، جن کو انتہا پسند کہا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو اصول پسند باور کرتے ہیں۔ وجہ دراصل یہ ہے کہ یہ لفظ اکثر و بیشتر اسی فرد یا جماعت کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کسی بھی سوسائٹی کی اکثریتی رائے کو چیلنج کرتے ہیں اور اس کے برخلاف نظریہ و فکر کے نفاذ کے لیے پرتشدد طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔(۱۶)

رانلڈ ونٹروب (Wintrobe Ronald) کے مطابق انتہا پسند تحریکات اپنے نظریات میں سراسر مختلف کیوں نہ ہوں لیکن اکثر و بیشتر اپنے بنیادی کردار میں چند مشترکہ اقدار کی حامل ہوتی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ تمام انتہا پسند جماعتیں مخالف جماعتوں کے ساتھ سمجھوتے کے مخالف ہوتی ہیں۔

۲۔ یہ اپنے موقف اور اپنی پوزیشن کو سراسر برحق سمجھتی ہیں۔

۳۔ اپنے نظریات کی خاطر پرتشدد کاروائیوں کی وکالت بھی کرتی ہیں اور موقعہ بہ موقعہ پرتشدد کاروائیاں بھی کرتی ہیں۔

۴۔ اختلاف رائے کو کسی صورت برداشت نہیں کرتیں۔

۵۔ مخالف جماعت کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتیں۔(۱۷)

ونٹروب نے ان صفات کو اگرچہ مخصوص انتہا پسند جماعتوں کے تقابل کے سلسلے میں بیان کیا ہے، تاہم غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام انتہا پسند جماعتوں کی تقریباً متفقہ اقدار ہیں۔

ڈنمارک کی وزارت سماجی امور (IntegrationandAffairsSocialofMinistryDanish) کی طرف سے شائع شدہ کتابچے (EXTREMISM PREVENTING) میں انتہا پسندی کی مندرجہ ذیل مشترکہ اقدار کی صورت میں تعریف کی گئی ہے:

Extremism denotes certain enviroments and ideas, which among other, things may be characterized by:
-- Simplified world views and enemy images, where certain groups or social conditions are seen to constitute a threat.
-- A lack of respect for other people's freedom and rights.
-- The desire to create more "orderly", "pure", or "just" society, if necessary, through un-democratic means.
-- Legitimizing or using threats, pressure, harrasment, or violence vandalism with terror reference to conditions in society that one finds unsatisfactory.

-- Intolerance towards the view points of others. (18)

"لفظ انتہا پسندی ایک خاص ماحول اور خاص نظریات و خیالات سے عبارت ہے، جن کی دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل خصوصیات بھی ہیں:

۱۔ سطحی اور سرسری آراء کی بنیاد پر دنیا اور دشمن کو پرکھنا، اور اس تناظر میں مخصوص جماعتوں یا مخصوص معاشرتی حالات کو خطرات پیدا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرانا۔

۲۔ دیگر لوگوں کی آزادی اور انسانی حقوق کا احترام نہ کرنا۔

۳۔ ایک منظم، پاکیزہ اور انصاف پر مبنی سوسائٹی تشکیل دینے کی خواہش رکھنا گو کہ ضرورت پڑنے پر یہ تشکیل غیر جمہوری طریقوں سے ہی کیوں نہ کی جائے۔

۴۔ سوسائٹی کے غیر تسلی بخش حالات کا حوالہ دے کر دھمکیاں دینے، دباؤ ڈالنے، ہراساں کرنے، لوٹ مار کرنے، پرتشدد کاروائیوں میں حصہ لینے اور دہشت گردی پھیلانے کا جواز پیش کرنا۔

۵۔ دوسروں کے خیالات کے بارے میں عدم برداشت کا رویہ اختیار کرنا۔"

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ انتہا پسند کا لفظ اطلاقی اعتبار سے ایک ناپسندیدہ اصطلاح ہے، اور ایک داغ ہے جس سے ہر فرد و جماعت اپنے دامن کو پاک رکھنا چاہتی ہے۔

لیکن بعض آراء کے مطابق "انتہا پسندی" عین مبنی بر انصاف اور قابل تعریف بھی ہو سکتی ہے۔ مشہور امریکی سیاست دان بیری مورس گولڈ واٹر (۱۹۰۹ء--۱۹۹۸ء) کا مشہور مقولہ ہے کہ:

I would remind you that extremism in the defence of liberty is no vice! And let me remind you also that moderation in the pursuit of justice is no virtue (19)!

"اپنی آزادی کے دفاع کے لیے انتہا پسندانہ طرز عمل کوئی عیب کی بات نہیں، اور یہ بات بھی یاد رہے کہ انصاف کے حصول میں اعتدال پسندی کوئی فضیلت نہیں ہے۔"

مارٹن لوتھر کنگ (۱۹۲۹ء--۱۹۶۸ء) نے، جو مشہور تحریک (American-African Civil Rights Movement) کے سربراہ رہے ہیں، برمنگھم جیل سے لکھے ہوئے ایک خط میں لکھا:

The question is not whether we will be extremists, but what kind of extremists we will be... The nation and the

world are in dire need of creative extremists". (20)

''سوال یہ نہیں کہ ہم انتہا پسند ہوں یا نہ ہوں؟ بل کہ سوال یہ ہے کہ ہمیں کس قسم کا انتہا پسند ہونا ہے۔قوم اور ساری دنیا کو اس وقت تخلیقی انتہا پسندی کی سخت ضرورت ہے۔''

اسامہ بن لادن (۱۹۵۷ء--۲۰۱۱ء Osama bin Laden) اپنے نظریات اور اپنے طرزِ عمل کے جواز میں کہتے ہیں:

"They violate our land and occupy it and steal the Muslim's possessions, and when faced by resistance they call it terrorism."(21)

''انہوں نے ہماری زمین میں تشدد برپا کیا، ہماری زمین پر قبضہ کیا اور مسلمانوں کی املاک چھینیں، اور جب انہیں مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا ہوا تو انہوں نے اس کو ''دہشت گردی'' کا نام دے دیا۔''

انتہا پسندی کے بارے میں مثبت اور منفی دونوں قسم کی آراء میں تجزیہ بہت آسان ہے۔ یہ تجزیہ رابرٹ کینیڈی (۱۹۲۵ء--۱۹۶۸ء Robert Kennedy) کے مشہور مقولے کے ذریعے بیان کیا جا سکتا ہے:

"What is objectionable, what is dangerous about extremists is not that they are extreme, but that they are intolerant" (22)

''انتہا پسندوں کا جو رویہ قابل اعتراض ہے اور خطرناک ہے، وہ یہ نہیں کہ وہ اپنی فکر میں انتہا پسند ہیں، بلکہ خطرہ اس بات سے ہے کہ وہ رواداری اور برداشت کے حامی نہیں ہیں''۔

دراصل عدم برداشت ہی پرتشدد کارروائیوں کا باعث بنتی ہے، اور پھر انتہا پسند جماعت مخالف سے کسی قسم کے سمجھوتے کو قبول کرنے پر رضامند نہیں ہوتی۔ نتیجہ معصوم انسانی جانوں کے ضیاع، اور املاک کے نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جس پر سوائے انتہا پسندوں، کوئی ایک گروہ یا جماعت نہیں، بلکہ ساری انسانیت ماتم کرتی ہے۔

مشہور نوجوان سری لنکن ناول نگار تھیسوری وانیاراچھی (پیدائش:۱۹۹۳ء Thisuri Wanniarachchi) کا پرتشدد انتہا پسندوں کے بارے میں تبصرہ بڑا دلچسپ ہے، وہ کہتی ہیں:

"One day all the racists and religious extremists in this world will wake up and realize that they are living in a 60's movie." (23)

"ایک دن تمام نسلی اور مذہبی انتہا پسند جاگ جائیں گے اور انہیں احساس ہو جائے گا کہ وہ لوگ ساٹھ کی دہائی میں بننے والی فلموں میں جی رہے ہیں۔"

انتہا پسندی کی مروجہ اقسام: چونکہ انتہا پسندی خود ایک رویہ ہے، اس لیے بذات خود اس کی تقسیم تو نہیں ہو سکتی، البتہ جس فکر و نظریے کے ساتھ یہ خاص رویہ مل جاتا ہے، اس کو انتہا پسندی کی قسم شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فکر اور نظریے کے تنوع کے اعتبار سے انتہا پسندی کی کئی ایک اقسام ہو سکتی ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر انتہا پسندی کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نسلی انتہا پسندی: یعنی نسل کی بنیاد پر انتہا پسندانہ رویہ اختیار کرنا۔ اس کی ایک نمایاں مثال وائٹ سپریمیسی (White Supremacy) یعنی سفید بالادستی کے نظریے کی بنیاد پر اٹھنے والی تحریکات ہیں۔ وائٹ سپریمیسی نظریے کا خلاصہ یہ ہے کہ گورے رنگ و نسل انسان دیگر تمام انسانی نسلوں سے ممتاز اور بلند ہیں، چنانچہ انہیں بہ ہر صورت سیاہ رنگ و نسل لوگوں پر غلبہ ہونا چاہیے۔(۲۴) اس کے بالکل برعکس بلیک سپریمیسی (Black Supremacy) کا نظریہ ہے جو یہی امتیاز سیاہ رنگ و نسل کے انسانوں کے ساتھ مختص ہونے کا دعوے دار ہے۔(۲۵)(۲۶)

صنفی انتہا پسندی: صنف کے بارے میں انتہا پسندی کی مثال بنیاد پرست تحریک نسواں (Radical Feminism) ہے۔ اس تحریک کی نظریاتی بنیاد یہ ہے کہ موجودہ پدرسری نظام (Patriarchy) نے مردوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ عورتوں پر مظالم ڈھائیں۔ یہ تحریک پدرسری نظام کی بیخ کنی چاہتی ہے۔ ان کے مطابق یہی وہ نظام ہے جس نے عورتوں کو مردوں کے بالمقابل بے حیثیت کر دیا ہے۔ اینڈریا ڈورکن (۱۹۴۶ء--۲۰۰۵ء Andrea Dworkin)، فلس چیسلر (پیدائش ۱۹۴۰ء Phyllis Chesler)، اور مونیک وٹیگ (۱۹۳۵ء--۲۰۰۵ء Monique Wittig) وغیرہ عورتوں کو مردوں اور عورتوں دونوں پر حکمرانی کرنے اور انہیں ماتحت رکھنے کی دعوت دیتی ہیں۔ (۲۷) اور انہی انتہا پسندانہ خیالات کی بنا پر اس تحریک کو بجا طور پر صنفی انتہا پسند جماعت قرار دیا جا سکتا ہے۔

مذہبی انتہا پسندی: انتہا پسندی کی یہ قسم اس وقت پوری دنیا پر حاوی ہے۔ تمام مشہور مذاہب میں کچھ ایسی جماعتیں ضرور ہیں جو اپنے مذہبی نظریات میں انتہا پسند شمار ہوتی ہیں۔ خود ایک ہی مذہب میں کئی فرقے ہیں جو اپنے اپنے نظریات کے بارے میں انتہا پسند ہیں۔ ایونجیلکل کرسچینیٹی (Evangelical Christianity) (امریکی عیسائی جماعت)، الٹرا آرتھوڈکس (Ultra-Orthodox) (اسرائیل کی یہودی جماعت)، سری رام سینے (Sri Ram Sene) (انڈیا کی ہندو مذہبی جماعت)، القاعدہ (Al-Qa'eda) (مسلم مذہبی جماعت)، اخوان المسلمین (مصر

کی مسلم جماعت) وغیرہ وہ مذہبی جماعتیں ہیں جنہیں انتہا پسند تنظیمیں باور کیا جاتا ہے۔

لسانی انتہا پسندی: لسانی بنیادوں پر ہونے والی انتہا پسندی کسی قدر سیاسی اور کسی قدر نسلی انتہا پسندی ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ امریکہ کی تنظیم دی آرڈر (The Order)، کلوکلکس کلان (Klu Klux Klan) (۲۸)، انگلستان کی تنظیم آلدھم رٹس (Oldham Riots)، بریڈ فارڈ رٹس (Bradford Riots)، ترکی کا ترک کرد تصادم، جنوبی افریقہ کی تنظیم آزانین پیپلز لبریشن آرمی (Azanian People's Liberation Army)، سری لنکا کی تنظیم تامل یونائیٹڈ لبریشن فرنٹ (Tamil United Liberation Front) وغیرہ مشہور لسانی انتہا پسند تنظیموں کی مثالیں ہیں۔ پاکستان میں بھی لسانی بنیادوں پر پائی جانے والی ایک سے زائد جماعتیں موجود ہیں۔ جماعت در جماعت تقسیم کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور ان میں سے اکثر و بیشتر جماعتیں تباہ کن انتہا پسند نظریات کی حامل ہوتی ہیں جو ایک پرامن معاشرے کے قیام کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔

زیر نظر مقالے کا دائرۂ بحث: مسلم دنیا کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت مسلم دنیا میں تین قسم کی فکری انتہا پسند جماعتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو براہ راست مسلم دنیا پر اثر انداز ہیں:

ا۔ مذہبی انتہا پسندی: اس سلسلے میں ڈاکٹر محمود غازی مرحوم (۱۹۵۰ء--۲۰۱۰ء) کا درج ذیل بیان قابل ذکر ہے:

"ابھی ڈیڑھ دو سال پہلے اس سلسلے میں ایک اہم رپورٹ آئی ہے، سی آئی اے کا ماتحت ادارہ ہے رینڈ کارپوریشن، جب سی آئی اے کو کوئی کام کرانا ہوتا ہے تو اس کو اسائنمنٹ دیتے ہیں، اس طرح کے بہت سے ادارے ہیں۔ ان میں ایک رینڈ کارپوریشن بھی ہے۔ اس رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ میں لکھا ہوا ہے کہ دنیائے اسلام اور بالخصوص پاکستان میں چار پانچ مذہبی رجحانات کے علم بردار لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک اسلامک ہارڈ لائنر ہیں، اسلامی انتہا پسند یا ایکسٹریمسٹ ہیں، جن کی یہ اور یہ تفصیلات ہیں۔ اس رپورٹ کی کاپی میرے پاس موجود ہے، اس رپورٹ کے الفاظ میں ہارڈ لائنر اور ایکسٹریمسٹ وہ ہے جو قرا?ن پاک کو لفظی اور حقیقی طور پر خدا کا کلام مانتا ہو، اور قرا?ن پاک کے ظاہری الفاظ کے مطابق عمل کرنے کو ضروری سمجھتا ہو، اور اس پر عمل چاہتا ہو۔ یعنی میرے ذاتی خیال میں مسلمان ہونے کی جو کم سے کم شرائط ہیں یعنی جو قرآن پاک کو اللہ کا کلام سمجھتا ہو، اس پر عمل ضروری جانتا ہو اور اس پر عمل چاہتا ہو۔ اس سے کم میں تو مسلمان ہی نہیں ہوسکتا۔ جو ان تین باتوں پر ایمان رکھتا ہو وہ ہارڈ لائنر ہے، وہ فنڈ منٹلسٹ ہے۔" (۲۹)

اگر مسلم انتہا پسند، ہارڈ لائنز، اور فنڈ منٹلسٹ کی یہی صفات ہیں تو ہر مسلمان کو جو مذہب سے بے بہرہ نہیں ہے اس کو انتہا پسند ہی ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ صفات اس کے مذہب کا تقاضہ ہیں۔ اگر ایک مسلمان موجودہ تمام ادیان میں سے دین اسلام ہی کو حق سمجھتا ہے، اور اسی پر عمل کرنے کو نجات کا مدار کہتا ہے تو ایسا مسلمان عین قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کر رہا ہے۔(۳۰)

اسی طرح اگر اسلامی بنیاد پرستی کا تعارف محض اس قدر ہے کہ یہ:

"ایک دینی وسیاسی تحریک کے طور اس بات کے حق میں ہے کہ اسلام کے اصل ماخذ اور جڑوں کی طرف پلٹا جائے، اسلام کے اصولوں اور تعلیمات پر ان کے لفظی مفہوم کے ساتھ عمل کرتے ہوئے چودہ صدیوں کے سماجی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی رویوں سے متعلق رہا جائے۔"(۳۱) تو ایک مسلمان کے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ بنیاد پرست (فنڈ منٹلسٹ) ہی ہو۔

لیکن اس کی بجائے اگر اسلامی انتہا پسندی و بنیاد پرستی کا مفہوم یہ ہو کہ دین وشریعت اسلام کی اشاعت ونفاذ کے لیے بلا جواز تشدد پسند کاروائیاں، بمباری، قتل و غارت گری، (۳۲) امن وامان کو خراب کرنے کے اقدامات، معصوم جانوں اور املاک کے ضیاع جیسے گھناؤنے جرم مذہب کی چھتری کے نیچے کیے جائیں، تو اسلام اس قسم کی بنیاد پرستی اور انتہا پسندی سے مکمل بری ہے۔

۲۔تہذیبی انتہا پسندی: مسلم دنیا میں پائی جانے والی تہذیبی انتہا پسندی سے مراد اس مغربی تہذیب وتمدن کی مخالفت میں انتہا پسند رویہ ہے، جس مغربی تہذیب کا دنیائے اسلام سے گزشتہ دو صدیوں سے سابقہ پڑا ہے۔(۳۳) لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ مغرب نے مسلمانوں سے تہذیب سیکھی ہے(۳۴) اور اس کے بعد مغرب نے اسی تہذیب کو اپنی اقدار کے مطابق پروان چڑھایا ہے۔ اس مغربی تہذیب کے بارے میں انتہا پسندانہ رویہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء--۱۹۳۸ء) کے درج ذیل اشعار سے واضح ہوتا ہے:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے(۳۵)
زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیوں کر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لب گور (۳۶)
فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف(۳۷)

اوراس انتہا پسندی کا سبب درج ذیل شعر بیان کرتا ہے:

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملت مظلوم کا یورپ ہے خریدار (۳۸)

تہذیبی انتہا پسندی نے مسلم دنیا کی ایک معتد بہ جماعت کو مغربی تہذیب سے اس قدر بیزار کر دیا ہے کہ خرابیوں اور خامیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اس تہذیب کی مفید اور کارا؟ مد اقدار، جو اسلامی اقدار سے متصادم نہیں ہیں، مسلم دنیا اپنانے کو تیار نہیں ہے، جو خود اہل اسلام کے مستقبل کے لیے ایک اچھا مقدمہ نہیں ہے۔

۳۔ مسلکی و فرقہ وارانہ انتہا پسندی: مسلکی انتہا پسندی مذہبی انتہا پسندی ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن اپنی سنگین صورت حال کے تناظر میں مسلم دنیا کے لیے ایک المیہ ہونے کی وجہ سے مسلکی انتہا پسندی کو از خود ایک قسم کے طور پر زیر بحث لایا جانا عین مناسب ہے۔ مسلکی انتہا پسندی سے مراد مسلم دنیا میں پایا جانے والا مسلکی فرقہ وارانہ اضطراب ہے، جس کی سب سے افسوسناک مثال ایک سے زائد مسلم ممالک میں اہل تشیع اور اہل سنت کے درمیان پایا جانے والا خوفناک خونریز تصادم ہے۔ لبنان، عراق، ایران، افغانستان، شام، اردن، یمن، بحرین، سعودی عرب اور پاکستان براہ راست اس تصادم کی زد میں ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف سندھ اور بلوچستان میں ۲۰۱۱ء میں ہونے والے فرقہ وارانہ حملوں کی تعداد ۶۰، اور ۲۰۱۲ء میں ۱۲۰ رہی۔ (۳۹) ملک شام میں پندرہ مارچ ۲۰۱۱ء کو شروع ہونے والا البعث پارٹی مخالف احتجاج اب مکمل طور پر اہل تشیع و اہل سنت تصادم میں تبدیل ہو چکا ہے، ستمبر ۲۰۱۳ء تک ایک رپورٹ کے مطابق اس خونریز تصادم میں ہلاک شدگان کی تعداد تقریبا سوا لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ (۴۰) اور یہ تعداد روز افزوں ہے۔ ایک اندازے کے مطابق عراق میں ۲۰۰۸ء تک ایک ہزار سے کچھ زائد خود کش حملے ہوئے۔ (۴۱) ان بھیانک حملوں کے پس منظر میں وہی انتہا پسندانہ سوچ کارفرما ہے، جس نے مسلم دنیا کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ مثالی اخلاقی اقدار کا حامل مذہب اسلام اس انسانیت سوز انتہا پسندی کو کوئی جواز فراہم نہیں کرتا۔ ویسے تو مسلکی انتہا پسندی کی کئی ایک صورتیں مسلم دنیا میں موجود ہیں، کئی مسالک اپنے نظریات میں انتہا پسند رویہ رکھتا ہے، لیکن جس مسلکی انتہا پسند رویے سے اس وقت مسلم دنیا کو سب سے زیادہ جانی و مالی خطرہ لاحق ہے وہ اہل تشیع و اہل سنت کا باہمی مسلکی انتہا پسند رویہ ہے۔

آئندہ آنے والی بحث میں بنیادی طور پر مقالہ نگار کے پیش نظر مذکورہ بالا پرتشدد مذہبی انتہا پسندی، بے جا و بلا جواز بلکہ غیر مفید تہذیبی انتہا پسندی، اور اہل تشیع و اہل سنت کی باہمی مسلکی انتہا پسندی ہے۔

۲۔ مسلم دنیا میں پائی جانے والی فکری انتہا پسندی کے عوامل:

ا۔ رد عمل: مذکورہ بالا سہ جہتی انتہا پسند رویے کی عمارت میں رد عمل کا فطری اصول ہی خشت اول ہے۔ بجا طور پر کہا

جا سکتا ہے کہ موجودہ مذہبی وتہذیبی انتہا پسندی ہسپانیہ وفرانس کی صلیبی جنگوں، ۱۸۵۷ء کی برصغیر شورش، خلافت عثمانیہ کی شکست وریخت، عرب اسرائیل تصادم، اور سب سے بڑھ کر حالیہ امریکہ وعراق جنگ، اور امریکہ وافغانستان جنگ کا رد عمل ہیں، جب کہ مسلکی انتہا پسندی اموی عہد اقتدار سے شروع ہونے والے اختلافات، حکومت قرامطہ کی اہل سنت مخالف پالیسی، عراق وایران جنگ، اور عراق، شام، بحرین، لبنان اور یمن کی خانہ جنگی کا نتیجہ ہے۔ مغربی تہذیب کے بارے میں مسلمانوں کا انتہا پسندانہ رویہ ان مظالم کا ردعمل ہے، جو استعمار کے دور میں مختلف مسلم ممالک کے ساتھ روا رکھے گئے۔ برصغیر ہی کی مثال لے لیجیے، ایسٹ انڈیا کمپنی کی مسلم کش کاروائیوں نے مسلمانان برصغیر سمیت مسلمانان عالم کو مغرب واہل مغرب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے مکمل بدظن کر دیا ہے۔

ہندوستان میں پائے جانے والے تہذیبی انتہا پسندانہ رویے کی ایک مثال مرحوم غازی صاحبؒ کی زبانی سنیے کہ عرصہ تک مغربی تہذیب وتمدن تو کجا مغربی زبان بھی کس قدر قابل نفرت تھی:

> ''میرے خاندان کے ایک بزرگ تھے، حافظ محمد اسماعیل جو بڑے عالم اور محدث تھے۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ کے والد تھے اور رشتے میں میرے والد کے پھوپھا تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی انگریز کی شکل نہیں دیکھی، انگریزی کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا اور اپنے گھر میں کسی کو انگریزی کا لفظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ہندوستان میں پہلے شاید ٹماٹر نہیں ہوتا تھا، بعد میں جب یہاں ٹماٹر آیا تو یہ لفظ شاید انگریزی کے tomato کی اردو شکل تھی، حافظ اسماعیل صاحب ٹماٹر کا لفظ استعمال نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی یہ لفظ بولتا تھا تو اس پر ناخوشی کا اظہار کرتے تھے۔ انہوں نے اس کا نام لال بینگن رکھا ہوا تھا۔ میرے والد صاحب بتاتے تھے کہ ایک دن گھر میں انہوں نے پوچھا کہ سالن میں کیا ڈالا ہے؟ ان سے کہا گیا کہ ٹماٹر ڈالا ہے، تو وہ سخت ناراض ہوئے کہ نصرانیت میرے گھر میں گھس آئی؟'' (۴۲)

مشہور اداکار کلائنٹ ایسٹ وڈ (پیدائش ۱۹۳۰ء Client Eastwood) کی تعبیر اس سلسلے میں بڑی دلچسپ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''انتہا پسندی اختیار کرنا بہت آسان ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ ایک موقف اختیار کرلیں اور اس پر ڈٹ جائیں، بس۔ اس بارے میں کسی چیز کو کچھ زیادہ عمل دخل نہیں۔ ہوتا صرف یوں ہے کہ جب آپ کسی نظریے کو سختی کے ساتھ لے کر دائیں طرف جاتے ہی رہتے ہیں تو ایک موڑ پر آپ کو کچھ ایسے ہی بے وقوف (انتہا پسند) ملتے ہیں جو بائیں جانب سے آرہے ہوتے ہیں۔'' (۴۳)

۲۔ احساس کمتری: کمتری کا احساس خوف کو جنم دیتا ہے، اور خوف اپنے بچاؤ کے لیے ہر قسم کے اقدام پر آمادہ

کر دیتا ہے۔ اموی دور خلافت کے واقعات نے اہل تشیع کو اور قرامطہ کی پالیسیوں نے اہل سنت کو اپنی بقاء کے بارے میں احساس کمتری میں مبتلا کر دیا اور اسی احساس کمتری نے آخر کار اس انتہا پسندی کو جنم دیا جس کی پاداش اب تک اہل اسلام کو زخم زخم کیے ہوئے ہے۔ اسی طرح خلافت عثمانیہ کی شکست و ریخت کے بعد مسلم دنیا مجموعی طور پر احساس کمتری کا شکار ہوگئی ہے۔ گو کہ اب بھی خود مختار مسلم ممالک کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، لیکن مرکز کے فقدان کی وجہ سے کمتری کے اس احساس نے مسلمانوں کو اپنے مذہب، ثقافت، تہذیب، اور روایتی تمدن کے بارے میں حد سے زیادہ محتاط بنا دیا ہے۔ اس حد درجہ احتیاط نے مسلم دنیا کی ایک بڑی جماعت کو اپنے مذہبی و تہذیبی ورثے کی حفاظت کی خاطر انتہا پسند رویے پر مجبور کر دیا ہے۔ ڈاکٹر ڈومنیکی موئزی لکھتے ہیں:

''مشرق وسطی کے امور کے ایک ماہر اولیور رائے نے اپنی کتاب گلوبلائزڈ اسلام: دی سرچ فار اے نیو امہ (The Search for a New Ummah) میں بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ مغرب کے مسلمانوں کا ردعمل اسلام کے روایتی حدود سے تجاوز کرنے اور اپنی مسلسل ناکامیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مایوسی کے احساس کی وجہ سے ہے کہ ہم کبھی ایسی دنیا میں کامیاب نہیں ہوں گے جس پر ان کا اختیار ہے، لہٰذا ہم اپنی ایک الگ دنیا؟ باد کریں گے جس میں کامیابی وہ ہوگی، جسے ہم کامیابی تصور کریں گے۔'' (۴۴)

البرٹ ہبرڈ (۱۸۵۶ء--۱۹۱۵ء Elbert Hubbard) کہتا ہے کہ ''خوف درحقیقت تسلیم شدہ احساس کمتری کا نام ہے''۔ (۴۵) احساس کمتری کی بنا پر پیدا ہونے والا اپنی شناخت کے مٹ جانے کا یہی خوف انتہا پسند جماعت کو مخالف جماعت کے خلاف ہر قسم کے اقدام پر آمادہ کر دیتا ہے۔

۳۔ جمود و تقلید: جمود و تقلید کی روش مسلم تہذیبی انتہا پسندی کے من جملہ اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ اپنے آبائی تہذیبی ورثے پر فخر کرنا اور اس کا پرچار کرنا ہر قوم کا بنیادی حق ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے اور کسی طرح قابل مذمت نہیں۔ قرا؟ن کریم بھی محض تقلید آباء کی مذمت نہیں کرتا بلکہ وہ علم سے ناآشنا آباء و اجداد کی تقلید پر سوالیہ نشان اٹھاتا ہے۔ (۴۶) لیکن جب یہی فخر اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے تقلید و جمود کے رویے میں بدل جاتا ہے تو اس بے جا تقلید و جمود کے نتیجے میں انتہا پسندانہ رویہ پیدا ہوتا ہے۔ تقلید و جمود سے پیدا ہونے والی مسلم تہذیبی انتہا پسندی نے بدلتے ہوئے رواج اور تقاضوں کے مطابق تہذیبی ورثے میں جائز بلکہ ضروری نظر ثانی کرنے کو بھی ناجائز اور جرم کا نام دیا ہے، اور اس طرح مسلم معاشرے پر اس کے اثرات بہت بھیانک ہو سکتے ہیں۔ اگر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۷۰۳ء-۱۷۶۴ء) محض بے جا تقلید کرتے ہوئے قرآن کریم کا فارسی زبان میں پہلا ترجمہ نہ کرتے تو آج مسلم دنیا کا نقشہ شاید بہت کچھ مختلف ہوتا، اور مختلف زبانوں میں قرا؟ن فہمی میں اس قدر وسیع پیمانے پر علمی و تحقیقی کام ہرگز نہ ہوا ہوتا، جس قدر

اب تک ہوا ہے اور مزید ہو رہا ہے۔

۴۔ مستشرقین کا مشکوک رویہ: مستشرقین یعنی مشرقی تہذیب، زبان اور اہل مشرق کے متعلق تحقیق کے خواہاں اہل علم (۴۷) نے جہاں کئی قابل قدر تحقیقات سے روشناس کروایا، وہیں ان کا رویہ مسلم دنیا کے بارے میں بہت مشکوک پایا گیا ہے۔ مستشرقین کے اسلام مخالف متعصبانہ رویے کے متعلق محمود غازی مرحوم فرماتے ہیں: ''نہ تو انہیں اسلامی موضوعات پر تحقیق کی ضرورت ہے، اور نہ ہی وہ علم اور تحقیق کی کوئی خدمت کرنا چاہتے ہیں، وہ تو غیر جانبدارانہ تحقیق کے نام پر اسلام پر طعن کا دروازہ کھولتے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا ان میں سے بیشتر کا مشن ہے۔'' (۴۸) مزید برآں مستشرقین کے عیسائی مشنری اور حکمران طبقے سے غیر معمولی تعلقات ان شکوک کو مزید تقویت دیتے ہیں۔ (۴۹) یہی مشکوک رویہ مسلم دنیا کو مذہبی وتہذیبی انتہا پسندی اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

۵۔ ناقص طریقۂ تعلیم وتدریس: مسلکی انتہا پسندی میں ناقص طریقۂ تعلیم وتدریس کا بھی کردار فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ہر دینی تعلیمی ادارے کے ماتھے پر ایک خاص قسم کی مہر آویزاں ہوتی ہے کہ یہ تعلیمی ادارہ فلاں مکتب فکر کی نمائندگی کرتا ہے اور یہ مہر پیغام ہوتی ہے کہ اس مکتب فکر کے نظریات سے اتفاق ہی کیساتھ اس تعلیمی ادارے میں داخلے کی اجازت مل سکتی ہے۔ اگر بات صرف نمائندگی کی حد تک رہتی تب بھی کوئی اشکال نہ ہوتا، اور نہ ہی تصادم کا کوئی خطرہ دامن گیر ہوتا، لیکن بات اس سے بڑھ جاتی ہے۔ یہ مذہبی تعلیمی ادارے دیگر مکاتب فکر کی تضلیل، تذلیل، اور تضحیک میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، اس طرح بین المسالک یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نوجوانوں کے کچے ذہن جب اس تعلیم سے بہرہ ور ہو کر معاشرے کا حصہ بنتے ہیں تو ان کے نظریات دیگر مکاتب فکر کے بارے میں انتہائی منفی ہوتے ہیں، جس سے ایک تندرست معاشرے کی بجائے ایک انتہا پسند معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

۶۔ جذبۂ رواداری کا فقدان: آراء، مذاہب اور طبائع کا اختلاف ایک فطری اختلاف ہے، (۵۰) اس اختلاف کو کسی صورت مکمل طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ باہمی اختلاف نزاع کا باعث بنتا ہے۔ انسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ باہمی اختلاف آراء کو ایک فطری حقیقت سمجھ کر انسانی طبائع آپس میں باہمی احترام اور برداشت کا رویہ اپنائیں، اس لیے کہ ساری انسانیت کو ایک مذہب، ایک تہذیب، اور ایک مسلک پر مجتمع کرنا غیر فطری عمل ہے (۵۱)۔ رواداری اور برداشت کی بجائے جب ساری انسانیت کو ایک مذہب، ایک تہذیب اور ایک مسلک پر جمع کرنے کا غیر فطری رویہ اختیار کیا جاتا ہے، تو اس کا نتیجہ انتہا پسندی نکلتا ہے، جو مذاہب، مسالک اور تہذیبوں کے درمیان پیش آنے والے بھیانک تصادم کا مقدمہ ہوا کرتا ہے۔ جذبۂ رواداری کے فقدان نے بھی مسلم معاشرے کو جہنم بنانے میں اپنا پورا حصہ ڈالا ہے۔

۷۔مثبت باہمی مذاکرے ومباحثے کی کمی: دوریاں اکثر غلط فہمیاں اور شکوک وشبہات کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ جس قدر دوریاں بڑھتی ہیں، اسی قدر غلط فہمیوں کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے اور مزید غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔آخر کار یہ غلط فہمیاں دشمنی اور مخالفت کی ایسی آگ کو ہوا دیتی ہے، جو آگ انسانیت کو راکھ کر دیتی ہے۔مسلم دنیا کی سہ جہتی انتہا پسندی کو ہوا دینے والی یہی دوریاں ہیں، صحت مند مذاکرے اور علمی ڈائیلاگ کی کمی کے باعث بین المذاہب، بین المسالک قربتوں کا کوئی موقع میسر نہیں آرہا، اور نہ ایک دوسرے کو قریب سے برتنے کی کوئی شکل بن رہی۔ان دوریوں نے ہر گروہ کو اپنے نظریات کے بارے میں انتہا پسند بنا دیا ہے۔اور کل حزب بمالدیھم فرحون۔(۵۲) کی عملی شکل نظر آرہی ہے۔

۸۔قیادت وسیادت کی بے جا خواہش: انتہا پسندی کی راہ ہموار کرنے میں کچھ سربراہان قوم کا غیر اخلاقی رویہ بھی ایک بڑا اہم سبب ہے۔یہ سربراہان قصداً انتہا پسندی کا خاتمہ نہیں چاہتے ہیں، اس لیے کہ وہ انتہا پسندی کے خاتمے اور بین المذاہب، بین المسالک، اور بین التہذیبی تقریب اور پرامن معاشرے کے قیام کو اپنی سیادت وقیادت کا خاتمہ دیکھتے ہیں، اور اپنی سیادت وقیادت کی بے جا خواہش کی تسکین کے لیے ایسی کسی قسم کی تقریب کے دروازے کو مکمل بند کرنے کے لیے انتہا پسند رویے کی اشاعت وتبلیغ کرتے ہیں۔ایسے افراد پوری انسانیت کے مجرم ہیں۔

۹۔میڈیا کا منفی کردار: ذرائع ابلاغ کی مثال چھری کی سی ہے، جس کا مفید اور مضر دونوں استعمال ممکن ہیں۔انتہا پسندی کی نشر واشاعت کے سلسلے میں میڈیا کا منفی کردار بھی افسوسناک ہے۔موجودہ میڈیا محض اپنے اشتہار اور لوگوں کے درمیان مقبولیت کی خاطر اشتعال انگیز واقعات کو منفی تناظر میں پیش کرتا ہے۔مئی ۲۰۱۱ء میں ایک ناواقف جاہل عیسائی پادری کی جانب سے قرآن کریم کے نسخے کو نذر آتش کرنے کا واقعہ ایک گھناؤنا جرم ضرور تھا، لیکن میڈیا نے اس واقعے کو جس طرح ہوا دی اس نے دنیا بھر میں ایک انتہا پسندانہ رویے کو تقویت دی۔(۵۳) میڈیا پر انتہا پسندانہ واقعات کی منفی رخ میں نشر واشاعت سے مندرجہ ذیل نقصانات ہوتے ہیں:

۱۔یہ نشر واشاعت دہشت گرد گروہوں کی مزید حوصلہ افزائی کا باعث بنتی ہے۔

۲۔نو جوانوں کو دہشت گردی کی نئی نئی راہیں ملتی ہیں۔

۳۔عام آدمی اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کرتا ہے اور ہر وقت خوف کی ایک تکلیف دہ کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے،

۴۔اور دہشت گردی کے خدشات مزید بڑھتے ہیں۔(۵۴)

۱۰۔سوشل ویب سائٹس کا منفی استعمال: انتہا پسند نظریات کی نشر واشاعت میں ایک بہت بڑا عامل سوشل ویب سائٹس بھی ہیں۔۲۶ مارچ ۲۰۱۳ء کی رپورٹ کے مطابق انٹرنیٹ کی دنیا میں انتہا پسندوں کی تقریباً دس ہزار ویب سائٹس موجود ہیں۔انٹرنیشنل سینٹر برائے پولیٹیکل وائلنس اینڈ ٹیررزم ریسرچ سنگاپور کے سربراہ روہان گنارتنا کا اعتراف ہے کہ

سائبر کی دنیا میں انتہا پسند دہشتگرد کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔(۵۵) مزید برآں سوشل ویب سائٹس فیس بک (Facebook)، ٹوئٹر (Twitter) اور مائی سپیس (Myspace) وغیرہ کا کئی ایک انتہا پسند جماعتیں آزادانہ منفی استعمال کر رہی ہیں۔ انتہا پسند گروپس کے لیے سوشل ویب سائٹس میں سے سب سے کارآمد ویب سائٹ ٹویٹر ہے، اس لیے کہ ٹویٹر اکاؤنٹ کی نگرانی دیگر سوشل ویب سائٹس کی نگرانی کے مقابلے میں اتنی سخت نہیں ہے۔(۵٦) فیس بک کے نمائندے انڈریو نوئیس (Andrew Noyes) کہتے ہیں کہ فیس بک انتظامیہ میں باقاعدہ ایک ٹیم اسی کام کے لیے تشکیل دی گئی ہے جو فیس بک اکاؤنٹس کی مکمل نگرانی کرتی ہے اور قابل اعتراض مواد کو حذف کر دیتی ہے۔(۵۷)

۳۔ مسلم دنیا کی فکری انتہا پسندی کے عمومی اثرات: عالمی تناظر میں:

ا۔ موجودہ و متوقع تصادم: ردعمل کے طور پر پیدا ہونے والی مذہبی، مسلکی اور تہذیبی انتہا پسندی نے مغرب اور مسلم دنیا کے مابین تصادم کی ایسی فضا پیدا کر دی ہے اور یہ تصادم ایک بڑی آندھی کا پیش خیمہ ہے۔ براؤن یونیورسٹی کے انتہائی محتاط اندازے کے مطابق ۲۰۱۱ء تک عراق و افغانستان جنگ میں مارے جانے والے شہریوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ لیکن خود محققین کے مطابق درست تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے کہ اس شمار میں صرف انہی ہلاک شدگان کو شمار کیا گیا ہے جو براہ راست بمباری، فائرنگ، یا میزائل حملوں کا نشانہ بنے ہوں، جو ہلاک شدگان براہ راست نہیں مارے گئے وہ اس شمار میں شامل نہیں۔(۵۸) صرف سال ۲۰۱۳ء میں عراق میں ہونے والے مسلکی تصادم میں ہلاک شدگان کی تعداد تقریباً ۹ ہزار تک ہے۔(۵۹) یونائٹڈ نیشنز (United Nations) کے اعداد و شمار کے مطابق شام میں برپا خانہ جنگی میں جو مسلکی و فرقہ وارانہ جنگ کی صورت اختیار کر گئی ہے ہلاک شدگان کی تعداد رواں سال ستمبر تک سوا لاکھ سے متجاوز ہے۔(٦٠) ایک اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں سال ۲۰۰۳ء سے سال ۲۰۱۳ء تک کے جاری مسلح خانہ جنگی میں ہلاک شدگان کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ ہے۔(٦١)

یہ موجودہ تصادم کی ایک اجمالی جھلک ہے اور اس کی شدت میں روز بروز اضافہ کسی مخصوص قوم کے لیے نہیں، پوری انسانیت کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ متوقع تصادم مغرب اور دنیائے اسلام کے درمیان وہ جنگ جدل ہے جو اس موجودہ تصادم سے دس گنا خطرناک ہوگا، جس میں کروڑوں انسانوں کی تباہی کا خدشہ ہے۔ "آئندہ آنے والے حالات میں بڑی حد تک دنیائے اسلام کا مستقبل اس بات پر مبنی ہے کہ وہ مغرب کے بارے میں کیا رویہ اور کیا طرز عمل اختیار کرتی ہے۔ اسی طرح مغرب کا مستقبل بھی اس بات پر مبنی ہے کہ وہ دنیائے اسلام کے بارے میں کیا فیصلہ کرتا ہے۔ ان دونوں کے پاس اس بات کی گنجائش نہیں کہ ایک دوسرے کے بارے میں کسی غلط تاثر، غلط معلومات، بدنیتی یا کسی منفی جذبے کی بنیاد پر کوئی غلط فیصلہ کریں۔ ان دونوں میں اگر کوئی ایسا بڑا غلط فیصلہ کر بیٹھا تو یقین جانیے کہ اس کے نتیجے میں کروڑوں انسان بے پناہ

مشکلات کا شکار ہو جائیں گے''۔(٦٢)

۲۔نئی مسلم نسل کا فکری کرب واضطراب: نئی مسلم نسل کے نوجوان جب شعور کے آنکھ کھولتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات سے واقفیت حاصل کرتے ہیں تو ایک طرف وہ دیکھتے ہیں کہ اسلام ٹھوس اخلاقی اقدار کا حامل مذہب ہے، اور غیر مسلم اقوام تک کے ساتھ فراخ دلی، وسعت ظرفی، رواداری، تحمل و برداشت، اعتدال، انصاف اور پرامن بقائے باہمی کی دعوت دیتا ہے۔(٦٣) دوسری طرف وہ مسلم دنیا کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کو مذہبی ومسلکی انتہاپسند جماعتیں اپنی پرتشدد کاروائیوں کے لیے اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیتی نظر آتی ہیں۔جو دین اسلام غیر مسلم اقوام کے ساتھ انصاف اور رواداری برتنے کا درس دیتا ہے، اس اسلام کے نام لیواؤں کو ایک دوسرے کی جان و مال کا درپے دیکھتے ہیں، ایک دوسرے کی مساجد اور عبادت گاہوں کو جلاتے گراتے اور دھماکوں سے تباہ کرتے مشاہدہ کرتے ہیں، تو فکر و عمل کے اس تضاد سے ان میں ایک خطرناک فکری کرب واضطراب جنم لیتا ہے، اور اس صورت حال میں وہ ایک قابل اطمینان موقف اختیار کرنے کے بارے میں بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ملت اسلامیہ کے معماروں کا یہ فکری اضطراب دنیائے اسلام کے مستقبل کے لیے کس قدر نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔

۳۔دین اسلام بےزاری: دین اسلام سے منسوب انتہاپسندی نے دین اسلام کی جو تصویر دنیا کے سامنے پیش کی اس نے مسلم وغیر مسلم کے ایک بڑے طبقے میں دین اسلام سے بےزاری کا رجحان پیدا کر دیا ہے۔اس بےزاری کا بہت کچھ اندازہ سوشل ویب سائٹس پر موجود مختلف فورمز پر ہونے والی گفتگو سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے، جہاں موجودہ مذہبی ومسلکی انتہاپسندی کا حوالہ دے دے کر دین اسلام کی تضحیک وتمسخر کرتے ہوئے انتہائی نازیبا زبان استعمال کی جاتی ہے۔

۴۔تنگ نظری اور مسلکی فرقہ واریت: جیسے جیسے مسلم دنیا کے بین المسالک اختلافات میں مسلکی انتہاپسندی اور اس کے نتیجے میں برپا ہونے والی پرتشدد کاروائیاں بڑھ رہی ہیں ویسے ویسے مسلکی کشاکش بھی بڑھ رہی ہے، اور تنگ نظری کا رویہ عام ہوتا جا رہا ہے۔ہر جماعت اور ہر فرقے نے اپنے گرد نظریات کا ایک مصنوعی دائرہ کھینچ دیا ہے اور صرف اسی دائرے میں حق کو منحصر کر دیا ہے۔مذہبی مسائل میں آراء کا اختلاف کوئی انوکھی یا البیلی بات نہیں، بلکہ ''اختلاف اگر ایمانداری کے ساتھ ہو، دلائل کے ساتھ ہو، اور اسی حد تک رہے جس حد تک فی الواقع اختلاف ہے تو اکثر حالات میں یہ مفید ثابت ہوتا ہے۔لیکن کسی معاشرے میں اس سے بڑھ کر نقصان دہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی کہ اس میں جب بھی کسی کو اختلاف ہو تو وہ ''جنگ میں سب کچھ حلال'' کا ابلیسی اصول اختیار کر کے فریق مخالف پر ہر طرح کے جھوٹے الزامات لگائے''۔(٦٤)''ایک اور اہم چیز اختلاف میں رواداری، ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوشش اور دوسروں کے حق

رائے کو تسلیم کرنا ہے۔ کسی کا اپنی رائے کو حق سمجھنا اور عزیز رکھنا تو ایک فطری بات ہے، لیکن رائے رکھنے کے جملہ حقوق اپنے ہی لیے محفوظ کر لینا انفرادیت کا وہ مبالغہ ہے جو اجتماعی زندگی میں کبھی نبھ نہیں سکتا۔ بدقسمتی سے ناروا داری، بدگمانی اور خود پسندی کا یہ مرض ہمارے معاشرے میں ایک وبائے عام کی صورت اختیار کر چکا ہے''۔(٦٥)

۵۔دین اسلام کی دعوت وتبلیغ میں رکاوٹ: پرتشدد انتہا پسندی نے اسلام کا جو غلط رخ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اس کے باعث دین اسلام کی دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں بھی کئی رکاوٹیں پیش آ رہی ہیں اور اسلام کا درست اور مثبت پیغام انسانیت تک پہنچانا بھی ایک بہت بڑا چیلنج بن گیا ہے۔ برصغیر کی معروف غیر سرکاری، غیر سیاسی، پرامن اور انتہائی معتدل دینی تنظیم ''تبلیغی جماعت'' (١٩٢٦ء-تا حال) کو بھی ''انتہا پسند'' جماعت قرار دے کر وسطی ایشیا کے کئی ممالک میں اس تنظیم سے وابستہ مسلمانوں کے دعوتی مقاصد کے تحت داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ان ممالک میں روس، ایران، قازقستان، ترکمانستان، اور تاجکستان سرفہرست ہیں۔ حالانکہ شعبہ تعلیم امن وتصادم ڈھاکہ یونیورسٹی کے چیئرمین رفیق الاسلام جنہوں نے بنگلادیش کے دینی مدارس اور بنگلادیش میں پائی جانے والی مذہبی شدت پسندی پر بھرپور تحقیق کی ہے، وہ بھی کہتے ہیں کہ ''تبلیغی جماعت'' اور دہشت گرد تنظیموں کے درمیان براہ راست کسی قسم کے تعلقات نہیں ہیں۔(٦٦) ٢٠١٠ء میں اسی تنظیم سے وابستہ ٥٦ افراد کو تاجکستان حکومت نے ''انتہا پسند تنظیم'' سے تعلق رکھنے کے جرم کی پاداش میں گرفتار کیا تھا۔(٦٧)

۴۔تدارک: طبقۂ اہل علم اور حکومت کا کردار:

اہل علم کی ذمہ داری

ا۔مشترکہ اقدار کی بنیاد پر بین المذاہب والمسالک متحدہ پلیٹ فارم: مسلمہ حقیقت ہے کہ مذاہب اور مسالک میں پایا جانے والا باہمی اختلاف آراء ماضی میں کبھی ختم کیا جا سکا ہے اور نہ ہی آئندہ کبھی ختم کیا جا سکے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کی دائمی اسکیم کا حصہ ہے کہ ساری انسانیت کبھی ایک ہی ملت اور ایک ہی امت نہیں بن سکتی۔(٦٨) اس لیے یہ خیال سراسر عبث ہے کہ ساری انسانیت کو ایک ہی نظریہ فکر کا تابع بنا دیا جائے۔ جب آراء کا اختلاف ہوگا تو نزاع اور تصادم کے خدشات بھی اپنی جگہ برقرار رہیں گے۔ تاہم واقعہ یہ ہے کہ کچھ اخلاقی، فکری اور نظریاتی اقدار ایسی ہیں جو آفاقی (Universal) ہیں اور ان کی درستگی اور عدم درستگی میں مذاہب ومسالک کا اتفاق ہو سکتا ہے۔ایسی صورت میں پرامن بقائے باہمی کا یہ راستہ بہت آ؟ سان اور قابل اختیار ہے کہ متفقہ سیاسی، سماجی، ثقافتی، اخلاقی، فکری اور نظریاتی اقدار پر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ یہ طریقہ کار قرآنی تعلیمات کے بھی مطابق معلوم ہوتا ہے۔(٦٩) اور اسوۂ نبوی میں بھی اس طریقہ کار پر عمل کرنے کے شواہد ملتے ہیں۔(٧٠) اس سلسلے میں اہل علم کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ وہ متحدہ پلیٹ فارم

کی غیر متنازعہ نظریاتی اساس مرتب کریں۔ قومی و بین الاقوامی ہر دو سطح پر، ہر طبقۂ فکر و مسلک کے سرکردہ اہل علم کو اس بات پر آمادہ کرنا ہوگا کہ وہ موجودہ دور کے تقاضوں کو سمجھیں، ایک دوسرے کے قریب آئیں، ایک دوسرے کے خدشات، اشکالات اور آراء کو سامنے رکھتے ہوئے ایک پلیٹ فارم بنائیں اور بلا جواز پر تشدد انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے اپنی کوششیں بروئے کار لائیں۔

۲۔ لاینحل تاریخی اختلافی مسائل کے متعلق مثبت رویہ: مذہب و مسلک کے درمیان کچھ ایسے اختلاف ہیں جو تاریخی نوعیت کے ہیں اور صدیاں یا عرصۂ دراز گزرنے کے باوجود اس اختلاف میں ایک دوسرے سے اتفاق کی کوئی راہ پیدا نہیں ہو پا رہی ہے، اور نہ آئندہ کوئی لچک پیدا ہونے کا امکان ہے۔ ایسے تاریخی لاینحل مسائل کے بارے میں مثبت رویہ اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ جن مسائل کے بارے میں اتفاق کی صورت پیدا نہیں ہو پا رہی ہے ان مسائل میں الجھنا یا الجھانا نہ ہی علم کی کوئی خدمت ہے، اور نہ انسانیت کی۔ ایسے مسائل کے بارے میں مثبت رویہ یہی ہے کہ ان اختلافی مسائل کو ہوا نہ دی جائے۔ علمی اور نظریاتی تاریخ کی حیثیت سے ان مسائل کی درس و تدریس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تاریخ کی حفاظت ہے، لیکن ان نظریاتی اختلافی مسائل سے چمٹ کر جن کی موجودہ زمانے میں کوئی خاص وقعت نہیں، موجودہ دور کے اہم عملی چیلنجز کو بالائے طاق رکھ دینا کسی طرح معقول نہیں۔ ایسے مسائل کو ہوا دے کر عوام میں انتشار پھیلانے والے، صرف اپنی سیادت بچانے اور سیاست چمکانے کی تگ و دو میں ہیں، جن کی حوصلہ شکنی وقت کا اہم تقاضہ ہے۔

۳۔ تہذیبی و تمدنی تبدیلی کا ادراک اور ان کا تجزیہ: اجتہاد کی اسپرٹ (Spirit) کے کمزور پڑ جانے نے مسلم دنیا میں جمود کی کیفیت رائج کر دی ہے اور مسلم دنیا میں موجودہ تہذیبی و تمدنی تبدیلی کا ادراک کرنے، ان کا درست تجزیہ کرنے، اور نئے چیلنجز کے لیے نئے حل دریافت کرنے کے عمل کو انتہائی سست رفتار بنا دیا ہے۔ تہذیب و تمدن کی تبدیلی ایک نیا حادثہ ہے اور اس حادثے کے لیے دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق اصول قیاس کی روشنی میں حکم دریافت کرنا ایک قدیم اسلامی روایت ہے۔ (۷۱) اجتہاد کا مفہوم یہی ہے، اور اس اجتہاد کا دروازہ کبھی بند ہوا ہے اور نہ بند کیا جا سکتا ہے۔ (۷۲) (۷۳) طبقۂ اہل علم سے مسلم دنیا کا تقاضہ صرف اس قدر ہے کہ وہ ان تہذیبی و تمدنی تبدیلیوں کی وجہ سے پیش آمدہ چیلنجز کے بارے میں جلد از جلد قابل عمل حل پیش کریں۔ اس سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے کہ فقہ کے ''ابواب السیر'' کو از سر نو قرآن و سنت اور اسلاف کی تعلیمات ہی کے موافق جدید ترتیب دیں، اس لیے کہ موجودہ بین الاقوامی تعلقات و معاملات کے لیے ایک نئے طرز کے ''ابواب السیر'' کی ضرورت ہے۔ سیر کی جو تفصیلات خلافت امویہ، خلافت عباسیہ، خلافت مغلیہ اور خلافت عثمانیہ کے ادوار کے لیے مرتب کی گئی تھیں، ان جزئیات کی شرعی اصولوں کی روشنی میں از سر نو نظر ثانی

کرنا دین اسلام کی ایک بڑی خدمت ہوگی۔ البتہ یہ بھی خیال رہے کہ اس نظر ثانی میں دین اسلام اپنی صورت میں برقرار رہے، اور اس کی بنیادی خدائی ساخت میں کسی قسم کی ترمیم نہ کی جائے۔ اس سلسلے میں بھی اجتماعی اجتہاد ایک بہترین صورت ہوسکتی ہے، جس کی ضرورت ملت اسلامیہ کے دانشور ایک عرصے سے محسوس کر رہے ہیں۔(۷۴) (۷۵) درحقیقت ایسی قوم جو اپنی تہذیب میں نئے تمدنی تقاضوں کے مطابق ممکنہ تبدیلی لانے سے بھی گریز کرتی ہے، تو وہ دنیا کے حال اور مستقبل کے ساتھ چلنے میں آخرکار ناکام رہ جاتی ہے، اور ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو جاتی ہے۔

۴۔ "خذ ما صفا و دع ما کدر" کی معتدل پالیسی: مختلف تہذیبوں کے بارے میں عموماً اور جدید مغربی تہذیب کے بارے میں خصوصاً مسلم دنیا میں تین قسم کے رویے پائے جاتے ہیں۔ ان کی نشاندہی ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم (۷۶) سے ایک عرصہ پیشتر جی ایچ جینسن (G. H. Jansen) نے اپنی کتاب (Militant Islam) میں کی ہے:

> "There are only three possible responses that the non-Westerner can make to the challenge of the West: he can join the West by imitating it; he can turn his back on the West, rejecting it and all its works; or he can, most difficult, try to work out a livable compromise between his own culture background and set of values and those of West." (77)

> "مغربی تہذیب کے چیلنج کے مقابلے میں غیر مغربی فرد کے پاس صرف تین ہی ممکنہ طریقے قابل اختیار ہیں: (ایک یہ کہ) وہ مغرب (یعنی مغربی تہذیب) کو اس طور پر بالکلیہ اپنا لے کہ اس کی نقل کرنے لگے، (دوسرا یہ کہ) مغرب اور مغرب کے تمام کاموں کو مسترد کرتے ہوئے اس کے خلاف پیٹھ پھیر لے، (تیسرا یہ کہ) وہ اپنے تہذیبی پس منظر، اپنی اقدار اور مغربی تہذیب و اقدار کے درمیان ایک مطابقت کی راہ تلاش کرے، اور یہ طریقہ سب سے مشکل ہوگا۔"

یہی تیسرا طریقہ، باوجود یہ کہ ایک انتہائی جانکاہ اور مسلسل عمل کا متقاضی ہے، ایک معتدل رویہ ہے، جو "خذ ما صفا و دع ما کدر" (جو ستھرا اور پاکیزہ ہو اس کو لے لو اور جو گدلا ہو اس کو چھوڑ دو) کے مبنی بر انصاف رویے کے عین مطابق ہے۔(۷۸) لیکن اس تمیز کے لیے ملت اسلامیہ کے دانشوروں کی مخلصانہ اور جاں گسل محنت و کوشش مطلوب ہے۔ علامہ

اقبال، باوجود یہ کہ مغرب کے بارے میں منفی رویہ رکھتے تھے جس کی چند مثالیں ابھی بیان ہوئیں، لیکن ان کا یہ رویہ ایک محتاط رویہ تھا، اور وہ اپنی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے مغرب سے اخذ واستفادے کو مسلم دنیا کے لیے فائدے سے خالی نہیں سمجھتے تھے:

مشرق سے ہو بیزار ، نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر (۷۹)

اسی متوازن رویے کی روایت کو خود اپنانے اور آئندہ نسلوں تک بڑھانے کی ضرورت ہے۔

۵۔ اہم فکری مسائل اور مبہم ومتضاد رویے سے اجتناب: مسلم دنیا کے موجودہ عالمی منظرنامے، غیر مسلم اقوام کے متعلق انتہا پسندانہ رویے، اور باہم مخالف مکاتب فکر ونظر کی باہمی کشاکش نے اس وقت چند انتہائی اہم فکری مسائل کے بارے میں کئی سوالات قائم کیے ہیں۔ جن میں چند اہم سوال یہ ہیں کہ:

۱۔ اسلام کا حقیقی فلسفۂ جہاد کیا ہے؟،

۲۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دہشت گردی کی تشریح کیا ہے؟،

۳۔ موجودہ انتہا پسندی کے متعلق اسلام کا واضح نقطۂ نظر کیا ہے؟

قومی وبین الاقوامی سطح پر مذکورہ بالا اہم سوالات کے بارے میں مختلف دینی، فکری، اور دعوتی جماعتوں کی جانب سے جواب دیے گئے ہیں اور دیے جارہے ہیں۔ لیکن ان جوابات کے تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ جوابات مبہم یا آپس میں کافی حد تک متضاد ہیں۔ تماشہ یہ ہے کہ بعض اوقات ایک ہی مکتب فکر سے وابستہ دو جماعتوں یا ایک سیاسی گل کے دو دھڑوں سے حاصل ہونے والے جوابات انتہائی مختلف، یا بالکل متضاد، یا سراسر مبہم ہوتے ہیں۔ اہل علم کی خدمت میں دست بستہ گزارش ہے کہ وہ اس فکری تضاد اور ابہام کو سنجیدگی سے حل کرنے کی ذمہ دارانہ کوشش کریں، اور کم از کم ان اہم فکری مسائل کے بارے میں ملت اسلامیہ کو ایک واضح موقف فراہم کریں، جس موقف پر وہ مکمل اطمینان سے اپنے ایمان کی بنیاد رکھیں۔

۶۔ جدید علوم عمرانی وعلوم انسانی کی تعلیم: جدید تہذیبی ومعاشرتی چیلنجز کو سمجھنے اور آج کی دنیا میں رہنے کے آداب اور سلیقے جاننے کے لیے جدید علوم عمرانی اور علوم انسانی سے واقفیت آج کی تعلیمی ضروریات کی ایک اہم ضرورت ہے۔ سماج اور سائنس قدروں کے فروغ کا انسانی رویوں اور عادات کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ہوتا ہے۔ لیکن مسلم دنیا کے جغرافیے میں فی الوقت اہمیت کے حامل ملک پاکستان میں اس سائنس سے بھرپور استفادہ نہیں کیا جارہا ہے۔ (۸۰) ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی وعصری تعلیمی ادارے ہر شعبے کے طلبہ کو بہ قدر ضرورت علوم عمرانی وعلوم انسانی سے روشناس

کروائیں۔ جدید دور کے چیلنجز کو سمجھنے اور تیاری کرنے کے لیے آج مسلم دنیا کو مجموعی طور پر ان علوم سے واقفیت حاصل کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ایک زمانے میں یونانی عقلیات، فلسفے اور منطق کی واقفیت کی ضرورت درپیش تھی۔(۸۱) دینی تقاضوں کا پاس ولحاظ رکھنے والے معتدل اور دوراندیش حلقوں کے خیال میں دینی مدارس کے نصابہائے تعلیم میں بھی وقت کے تقاضوں کے مطابق اصلاحات لانا ضروری ہیں۔(۸۲) البتہ دینی تقاضوں کا کسی طرح زد میں نہ آنا بھی ان کے پیش نظر ہے۔

حکومت کی ذمہ داری:

۱۔منافرت پھیلانے والے ذرائع کی روک تھام: انتہا پسندی اور شدت پسندی درحقیقت باہمی تنازع اور منافرت کا نتیجہ ہوا کرتی ہے، بلکہ منافرت کو انتہا پسندی کے شجرۂ خبیثہ کا بیج کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ حکومت کا سب سے اہم فریضہ اس منافرت کے پھیلاؤ کی روک تھام ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور سائبر سپیس کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ کے منفی کردار کی مختلف اصحاب فکر کی طرف سے بجا طور پر مذمت کی جارہی ہے۔ دی نیوز کے سینیر صحافی مائد علی کے مطابق "ذرائع ابلاغ میں مسابقت کی فضا کے باعث شدت پسندی کے واقعات کو جس قدر تشہیر ملنی چاہیے اس سے زیادہ مل جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں پٹاخہ بھی پھٹتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ دھماکے کی آواز سنی گئی ہے اور پولیس جگہ کا تعین کر رہی ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شدت پسندوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔"(۸۳) آج کے طاقت ور میڈیا اور وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے سائبر سپیس پر ہونے والی منفی سرگرمی کی روک تھام حکومت کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

۲۔شرپسند افراد کی مناسب سرزنش: ہر معاشرے میں ایسے افراد ضرور ہوتے ہیں جو سوسائٹی کے اجتماعی کاز کو نقصان پہنچانے کے لیے ہر وقت سرگرم رہتے ہیں۔ ایسے افراد کا علاج نہ کیا جائے اور ان کے زہرناک اثرات سے معاشرے کو پاک نہ کیا جائے تو سارا معاشرہ ان کے ناپاک عزائم کی زد میں آکر تباہی کو پہنچ جاتا ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے افراد کے خلاف کاروائی کرے جو معصوم جانوں کے ضیاع میں ملوث ہوں اور ملک وملت کے لیے نقصان دہ ہوں۔ اس کاروائی کا اہم حصہ یہ ہوگا کہ انتہا پسندی کے شکار شرپسند افراد کے بارے میں سروے کیا جائے، ان کے مطالبات کو سنا جائے اور ان وجوہات تک پہنچنے کی کوشش کی جائے جو انتہا پسندی کی طرف لے جاتی ہیں، اور پھر ان وجوہات کے لیے جامع پالیسی بنائی جائے۔ معاشرتی ناانصافی کا حد سے زیادہ احساس، حقوق تلفی، غربت، محرومی وغیرہ ایسے محرکات ہیں جو بسا اوقات انتہا پسندی کی طرف لے جاتے ہیں۔ بطور مثال اس سلسلے میں یورپین کمیشن کی سرپرستی میں، ڈانمارک کی وزارت سماجی امور اور انضمام کے تعاون سے ری ہیبیلیٹیشن اینڈ ریسرچ سنٹر فار ٹارچر وکٹمز

(Rehabilitation and Research Centre for Torture Victims RCT) کی جانب سے منظّم سروے پروجیکٹ قابل صد تحسین ہے۔اس سروے پروجیکٹ میں انتہا پسندی کے پھیلاؤ کی وجوہات تلاش کی گئی ہیں اور پھر انتہاپسند افراد کے ۱۴ کیسز جمع کر کے ان پر عمدہ بحث کی گئی ہے۔ اس پروجیکٹ کی تفصیلات www.rct.dk پر دیکھی جاسکتی ہیں۔(۸۴)

۳۔نصابہائے تعلیم کی نگرانی: حکومت کی اس سلسلے میں یہ ایک اہم ذمہ داری ہے کہ وہ دینی وعصری، نجی و سرکاری، تمام تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے نصابہائے تعلیم کے بارے میں خبردار ہو۔اس سلسلے میں نصابہائے تعلیم مقرر کرنے والی کمیٹیوں کو اعتماد میں لیا جائے،ان کی درست خطوط پر ذہن سازی کی جائے،اور موجودہ صورت حال کی سنگینی سے ان کو ا؟ گاہ کیا جائے۔انہیں پابند کیا جائے کہ وہ مختلف جماعتوں اور مختلف عمروں کا لحاظ کرتے ہوئے نصاب تعلیم مرتب کریں۔ایسے کسی قسم کے لٹریچر کو داخل نصاب نہ کریں جن کو کچے ذہن صحیح طرح قبول کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں،اور اس لٹریچر سے ان میں بے جا انتہاپسندی کے خیالات کو تقویت ملے۔

۴۔فروغ رواداری نشستیں/سیمینار/کانفرنسز: مختلف المذاہب، مختلف المسالک اور مختلف التہذیب افراد کو ایک دوسرے کے قریب کرنا انتہاپسندی سے نمٹنے کا ایک بہترین راستہ ہے۔اس لیے کہ بسا اوقات غلط فہمیاں ایک دوسرے کو سمجھنے میں رکاوٹ ہوتی ہیں،قربتیں ان غلط فہمیوں کا سب سے مفید علاج ہے۔موجودہ دور میں اس تقریب کے بہترین ذرائع فکری نشستیں، سیمینار، کانفرنس، ورکشاپ وغیرہ ہیں۔قومی و بین الاقوامی سطح پر ایسی نشستوں کا اہتمام کیا جائے اور مختلف آراء اشخاص کو اس میں مدعو کیا جائے،اور مسائل کے پر امن حل پر انہیں آمادہ کیا جائے تو انتہاپسندی کے پھیلاؤ پر مؤثر طریقے سے قابو پایا جاسکتا ہے۔اس سلسلے میں ایک انتہائی اہم پیش رفت وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر اہتمام ہونے والا حالیہ اتحاد بین المسلمین اجلاس ہے جو انتہائی خوش آئند ہے۔اس اجلاس میں ملک پاکستان، جہاں عرصہ سے فرقہ واریت نے اپنی جڑیں گہری کر رکھی ہیں، کی کئی ایک مسلکی جماعتوں نے شرکت کی اور ۱۳ نکات پر اتفاق کیا۔(۸۵) اس عمل کو حکومتی سرپرستی میں جاری رکھنے، اور مسلسل و مستقل ایسی نشستیں، سیمینار اور اجلاس بلانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

۵۔نتیجۂ بحث:

مسلم دنیا کو مجموعی طور پر اس سہ جہتی انتہاپسندی کے خاتمے کے لیے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس وقت مسلم دنیا کے ہر ہر فرد کو اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھانی پڑے گی،ورنہ انتہاپسندی کا اس قدر شیوع ترقی کے امکان کو کٹھن اور دشوار بنادے گا۔المیہ یہ ہے کہ انتہاپسندی کا رجحان اور اس کے نتیجے میں ہونے والی

پرتشدد سرگرمیاں روز افزوں ہیں، معصوم جانوں اور املاک کا ضیاع ایک معمول کے طور پر قبول کرلیا گیا ہے۔ گو کہ تہذیبی انتہا پسندی کے رجحان میں قدرے کمی نظر آتی ہے، اور مفید تہذیبی تبدیلیوں کو اپنانے کا رجحان پایا جاتا ہے، تاہم مذہبی ومسلکی انتہا پسندی کی شدت اور حدت میں نمایاں اضافہ قابل تشویش اور لمحۂ فکریہ ہے، جس کی وجہ انتہا پسندی کی بنیادی وجوہات کے خاتمے کی بجائے انتہا پسندی کے خلاف بے جا مزاحمتی طاقت کا استعمال ہے۔ اگر طاقت کا یہ استعمال دانشمندانہ اور پرامن طریقے سے کیا جائے اور انتہا پسندی کے پنپنے کی بنیادی وجوہات اور محرکات ہی پر ضرب کاری لگا دی جائے تو یہ زہر آلود پودا اگنے ہی نہ پائے، اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکے گا جب مسلمان اہل علم اور مسلم حکومتیں اس چیلنج کے مقابلے کے لیے سنجیدہ ہوں اور ٹھیک منصوبہ بندی کے ساتھ میدان مقابلہ میں صف آراء ہوں۔ خدائی قانون ہے کہ خدا تعالی محنت وسعی کرنے والوں کو مایوس نہیں کرتا، انہیں پورا پورا بدلہ دے کر ان کا حساب بے باق کر دیا جاتا ہے۔ وأن ليس للانسان الا ما سعى، وأن سعيه سوف يرى، ثم يجزاه الجزاء الأوفى۔

☆☆☆

حواشی

۱۔ http://translate.google.com/#en/ur/Extremism

۲۔ "Extremism", Oxford Wordpower Dictionary, Third Edition, 2011. Print

۳۔ Collins Thesaurus of the English Language - Complete and Unabridged 2nd Edition. 2002 HarperCollins Publishers 1995, 2002

۴۔ Random House Kernerman Webster's College Dictionary, 2010 K Dictionaries Ltd. Copyright 2005, 1997, 1991 by Random House, Inc. as stated by: http://www.thefreedictionary.com/extremis

۵۔ The American Heritage Dictionary of the English Language, Fourth Edition copyright 2000 by Houghton Mifflin Company. Updated in 2009. Published by Houghton Mifflin Company. as stated by: http://www.thefreedictionary.com/extremism

۶۔ http://translate.google.com/#en/ur/fanaticism

۷۔ Collins English Dictionary - Complete & Unabridged 10th Edition, 2009 © William Collins Sons & Co. Ltd. 1979, 1986 HarperCollins, Publishers

1998, 2000, 2003, 2005, 2006, 2007, 2009. As stated by
http://dictionary.reference.com/browse/fanaticism?s=t

Ologies & -Isms. Copyright 2008 The Gale Group, Inc. as stated by http://www.thefreedictionary.com/fanaticism ٨-

"Fundamentalism" Merriam-Webster.com. Merriam-Webster, 2011, Web. 20 Dec 2013 ٩-)

Henry Munson, "Fundamentalism". Encyclopedia Britannica Online. Encyclopedia Britannica, Inc. n.d, Web. 20 Dec 2013 ١٠-

The American Heritage, Dictionary of the English Language, Fourth Edition copyright 2000 by Houghton Mifflin Company. Updated in 2009. Published by Houghton Mifflin Company. as stated by:
http://www.thefreedictionary.com/fundamentalism ١١-

. Collins English Dictionary - Complete and Unabridged HarperCollins Publishers 1991, 1994, 1998, 2000, 2003 As stated by http://www.thefreedictionary.com/fundamentalism

WordNet 3.0, Farlex clipart collection. 2003-2012 Princeton University, Farlex Inc. as stated by http://www.thefreedictionary.com/intolerance ١٢-

Random House Kernerman Webster's College Dictionary, 2010 K Dictionaries Ltd. Copyright 2005, 1997, 1991 by Random House, Inc. as stated by http://www.thefreedictionary.com/intolerance ١٣-

Collins Thesaurus of the English Language - Complete and Unabridged 2nd Edition. 2002 HarperCollins , Publishers 1995, 2002, as stated by http://www.thefreedictionary.com/intolerance ١٤-

Dr. Peter T. Coleman and Dr. Andrea Bartoli: Addressing Extremism, pp. 3-4, published by: The International Center for Cooperation and Conflict Resolution (ICCCR) Teachers College, Columbia University The Institute for Conflict Analysis and Resolution (ICAR) George Mason University, publication date n.d. ١٥-

Extremism. N.d. In Wikipedia retrieved December 22, 2013, from ١٦-

http://en.wikipedia.org/wiki/Extremism

۱۷۔ Extremism. N.d. In Wikipedia retrieved December 22, 2013, from http://en.wikipedia.org/wiki/Extremism

۱۸۔ Ministry of Social Affairs and Integration Demark, "PREVENTING EXTREMISM" Handbook Series, p: 8, n.d.

۱۹۔ Barry Goldwater's 1964 speech at the 28th Republican National Convention, accepting the nomination for president. http://www.washingtonpost.com/wp-srv/politics/daily/may98/goldwaterspeech.htm

۲۰۔ Dr. Peter T. Coleman and Dr. Andrea Bartoli: Addressing Extremism, p. 3

۲۱۔ Dr. Peter T. Coleman and Dr. Andrea Bartoli: Addressing Extremism, p. 3

۲۲۔ Extremism. N.d. In Wikipedia retrieved December 22, 2013, from http://en.wikipedia.org/wiki/Extremism

۲۳۔ Thisuri_Wanniarachchi, Qoutes, http://www.goodreads.com/author/quotes/2889505.Thisuri_Wanniarachchi retrieved 22 Dec 2013

۲۴۔ Black Supremacy. N.d. In Wikipedia retrieved December 22, 2013, from http://en.wikipedia.org/wiki/Black_supremacy

۲۵۔ White Supremacy. N.d. In Wikipedia retrieved December 22, 2013, from http://en.wikipedia.org/wiki/White_supremacy

۲۶۔ اسلام میں اس نظریے کی کوئی گنجائش نہیں کہ محض رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی فرد یا جماعت کو کسی قسم کا غلبہ یا فضیلت حاصل ہو۔ حدیث شریف میں منقول نبی کریم ؟ کا فرمان گرامی: ''کسی عربی کو کسی عجمی پر، نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کالے پر، نہ کسی کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل ہےمگر صرف تقوی کے ذریعے (فضیلت کے معیار کو جانچا جاسکتا ہے)''۔(البوصیری، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل، ۷۶۲-۸۴۰؟ ھ، اتحاف الخ؟ رۃ المہر ۃ بزوائد المسان؟ دالعشر ۃ، ط: ریاض، دارالوطن، ۱۴۱۹؟ ء ، ؟ تاب الز؟ وۃ ۳:۲۲؟) جہاں اسلام کی اس تعلیم کو واضح کرتا ہے، وہیں حدیث کے الفاظ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ رنگ ونسل کی بنیاد پر کیا جانے والا تعصب تاریخ انسانی کا قدیم مسئلہ ہے۔

۲۷۔ Zerilli, Linda M. G., Feminism and the Abyss of Freedom, Chicago: Univ. of Chicago Press, 2005, p. 101.

Eller, Cynthia, The Myth of Matriarchal Prehistory: Why an Invented Past Won't Give Women a Future (Boston, Mass.: Beacon Press, 2000 p. 3

۲۸۔ جس کے ممبرز کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ۲۰۱۲ء تک تقریبا آٹھ ہزار تک تھی۔

۲۹۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعہ ؟ محاضرات، عنوان محاضرہ: اسلام اور مغرب، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۹۰۰۲ء، ص:۲۳

۳۰۔ سورۂ آل عمران:۱۹

۳۱۔ ڈاکٹر ضیاء الحق، Islamic Fundamentalism، ڈان نیوز پیپر، ۱۴ فروری ۲۹۹۱ء، بحوالہ بنیاد پرستی اور تہذیبی کشمکش، مؤلفہ مرزا محمد الیاس، ط: لاہور، حرا پبلیکیشنز، ۴۹۹۱ء، ص:۴۶

۳۲۔ slamic Extremism, Wikipedia, N.d. In Wikipedia retrieved December 24, 2013, from http://en.wikipedia.org/wiki/Islamic_extremism

۳۳۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: اسلام اور مغرب، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص:۱۲

۳۴۔ مرزا محمد الیاس، بنیاد پرستی اور تہذیبی کشمکش، ط: لاہور، حرا پبلیکیشنز، ۱۹۹۴ء، ص:۴۶

۳۵۔ علامہ محمد اقبال، طلوع اسلام، ماخوذ از بانگ درا، شامل ''کلیات اقبال''، ط: لاہور سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء، ص:۱۶۷

۳۶۔ علامہ محمد اقبال، اقوام مشرق، ماخوذ از ضرب کلیم، شامل ''کلیات اقبال''، ط: لاہور سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء، ص:۲۷۷

۳۷۔ علامہ محمد اقبال، مغربی تہذیب، ماخوذ از ضرب کلیم، شامل ''کلیات اقبال''، ط: لاہور سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء، ص:۲۷۷

۳۸۔ علامہ محمد اقبال، دام تہذیب، ماخوذ از ضرب کلیم، شامل ''کلیات اقبال''، ط: لاہور سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء، ص:۳۰۷

۳۹۔ Caryle Murphy, Conflict Between Sunni and Shia Muslims Seen as Escalating Across Middle East, February 26, 2013,http://www.globalpost.com/dispatches/globalpost-blogs/belief/conflict-between-sunni-and-shia-muslims-seen-escalating-across-mi, Retrieved 24 Dec 2013.

۴۰ "Violations Documenting Center". Violations Documenting Center. 23 December 2013. Retrieved 24 December 2013

۴۱۔ Robert Fisk "The Cult of the Suicide Bomber" March 14, 2008 The Independent/UK Retrieved 24 December 2013

۴۲۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: مغرب کا فکری و تہذیبی چیلنج، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص:۱۳۹

۴۳۔ Client Eastwood, Interview, Time Magazine, February 20 2005, as stated by: http://www.goodreads.com/quotes/tag/extremism, Retrieved 24 Dec 2013

۴۴۔ سلمان رسول، جذبات کا تصادم ترجمہ: Geopolitics of Emotions، مؤلفہ: موئزی، ڈاکٹر ڈومنیکی Moisi, Dr. Dominique، شرکت پریس لاہور ۲۰۱۲ء، ص:۷۸

۴۵۔ Elbert Hubbard, as stated by http://www.brainyquote.com/quotes/

quotes/e/elberthubb377955.html Retrieved 24 Dec 2013

۴۶۔ ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ کی آیت ۱۳۳، جس میں ابنائے یعقوب نے اپنے آباء کی تقلید کو اپنا شعار بتایا، اور ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ آیت ۱۷۰، جس میں مشرکین کو تقلید آباء پر سرزنش کی گئی۔

(۴۷) Orientalism, The American Heritage Dictionary of the English Language, Fourth Edition copyright 2000 by Houghton Mifflin Company. Updated in 2009. Published by Houghton Mifflin Company.

۴۸۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: دفاع اسلام اور مطالعۂ مسیحیت، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص: ۱۸۹

۴۹۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: دفاع اسلام اور مطالعۂ مسیحیت، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص: ۱۸۸

۵۰۔ قرآن کریم اس فطری اختلاف کو ایک حقیقت کے طور پر بیان کرتا ہے اور اس کو خدا کا تخلیقی کارنامہ شمار کرتا ہے، دیکھیے سورۂ روم آیت ۲۲۔

۵۱۔ ایک مذہب پر مجتمع نہ ہوسکنے کی حقیقت کی طرف آیت اکراہ دلالت کرتی ہے، ملاحظہ ہو: سورۂ بقرہ ۲۵۶۔

۵۲۔ سورۂ روم آیت ۳۲

۵۳۔ IIRF Reports Vol. 2, pp. 1-13 = No. 8, July 2013 - Thomas Schirrmacher, Panel on Cyber-Religious Freedom at the Global Media Forum p: 5

۵۴۔ Accra Mail, The Media and Terrorism, 31 July 2007, http://www.modernghana.com/news2/140142/1/the-media-terrorismis-media-coverage-of-terrorist-.html Retrieved 24 Dec 2013

۵۵۔ Experts says, 10,000 extremist websites on the web, Mar 26 2013, http://phys.org/news/2013-03-expert-extremist-websites-web.html Retrieved 24 Dec 2013

۵۶۔ Kris Holt, Islamic Extremists turn to Twitter for recruiting propaganda, 30 Aug 2012, http://www.dailydot.com/news/islamic-extremist-twitter -recruiting/, Retrieved 24 Dec 2013

۵۷. Extremists Flocking to Facebook for recruits, 30 July 2011, http://usatoday30.usatoday.com/news/world/2011-07-30-norway-facebook-connection_n.htm Retrieved 24 Dec 2013

۵۸. Spencer Ackerman, Afghanistan, Iraq Wars Killed 132,000 Civilians, 29.06.2011, http://www.wired.com/dangerroom/2011/06/white-

house-al-qaida-is-toast/, Retrieved, 25 Dec 2013

۵۹۔ Shane Shifflett, Hillary Fung, Eline Gordts, Jay Boice, A Wave of Violence Sweeps Iraq, 17 Dec 2013, http://data .huffingtonpost.com/2013/12/a-wave-of-violence-sweeps-iraq, Retrieved 25 Dec 2013

۶۰۔ Alliance News, France uUrges Action on Syria, says 120, 000 dead, 25 Sep 2013, http://www.lse.co.uk/AllNews.asp?code=loegkpgo&headline =France_urges_action_on_Syria_says_120000_dead Retrieved 25 Dec 2013

۶۱۔ South Asia Terrorism Portal, http://www.satp.org/satporgtp/countries/ pakistan/database/casualties.htm Retrieved, 25 Dec 2013

۶۲۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: اسلام اور مغرب، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص:۱۲

۶۳۔ سورۂ ممتحنہ آیت: ۸

۶۴۔ مودودی، سید ابوالاعلی، ترجمان القرآن، جولائی ۱۹۵۵ء، بحوالہ دینی مدارس میں تعلیم کیفیت مسائل امکانات، مرتبہ سلیم منصور خالد، ط: اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ص:۲۲۶

۶۵۔ مودودی، سید ابوالاعلی، ترجمان القرآن، جولائی ۱۹۵۵ء، بحوالہ دینی مدارس میں تعلیم کیفیت مسائل امکانات، مرتبہ سلیم منصور خالد، ط: اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ص:۲۲۷

۶۶۔ By Ron Synovitz, Venera Djumataeva and Gulaiym Ashakeeva, Muslim Missionaries Make Kyrgyz Inroads Through Bangladesh Madrasah. 26 Aug 2013 http://www.rferl.org/content/islam-kyrgyzstan-rel igion-education-bangladesh/25086641.html Retrieved 26 Dec 2013

۶۷۔ Tajikistan Jails 56 Muslim activists for extremist activities. 10 Mar 2010, http://en.ria.ru/world/20100310/158149624.html Retrieved 26 Dec 2013

۶۸۔ ملاحظہ ہو: سورۂ نحل:۳۹، سورۂ یونس:۹۹، سورۂ ہود: ۱۱۸، ۱۱۹

۶۹۔ سورۂ آل عمران:۶۴

۷۰۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل الجعفی، صحیح البخاری، ط: دار طوق النجاۃ، کتاب الایمان، باب کیف کان بدء الوحی، حدیث نمبر:۷

۷۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو: المستصفی للامام الغزالی ۲: ۳۸۲، المحصول فی علم الاصول للامام الرازی ۶: ۶، نہایۃ السول للاسنوی ۲: ۲۵، الاحکام فی أصول الأحکام للآمدی ۲: ۱۹۷۔

۷۲۔ القرضاوی، الشیخ یوسف القرضاوی، الاجتھاد فی الشریعۃ الاسلامیۃ، مبحث الاجتھاد بین الاستمرار والانقطاع، الکتاب ضمن موقع الشیخ القرضاوی

علی شبکۃ الانترنت، .http://www.qaradawi.net/library/51/2434.html تاریخ النسخ: ۲۹، دسمبر، ۲۰۱۳

۷۳۔ بنوری، محمد یوسف، مسائل حاضرہ میں اجتہاد کے اصول وشرائط، خطبۂ مؤتمر عالم اسلامی قاہرہ ۶، تا ۲۲ مارچ ۱۹۶۴ء، شائع شدہ ماہ نامہ بینات اردو کراچی، صفر ۱۳۸۴ھ، شامل فتاوی بینات ۱: ۴۴ ط: مکتبہ بینات کراچی ۲۰۰۶ء۔

۷۴۔ القرضاوی، الشیخ یوسف القرضاوی، الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیۃ، موقف الاجتہاد المعاصر من التراث الفقھی، الکتاب ضمن موقع الشیخ القرضاوی علی شبکۃ الانترنت۔ .http://www.qaradawi.net/library/51/2449.html تاریخ النسخ: ۲۹، دسمبر، ۲۰۱۳ء

۷۵۔ بنوری، محمد یوسف، موقف التشریع الاسلامی من الاجتہاد و مذہب العقل فی الدین، اردو ترجمہ از مولانا یوسف لدھیانوی، اسلامی قوانین میں اجتہاد و عقل کا مقام اور جدید مسائل میں اجتہاد کا طریقہ کار، شائع شدہ ماہ نامہ بینات اردو کراچی، محرم الحرام ۱۳۸۸ھ، شامل فتاوی بینات ۱: ۵۹ ط: مکتبہ بینات کراچی ۲۰۰۶ء۔

۷۶۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: مغرب کا فکری اور تہذیبی چیلنج، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص: ۱۴۲

غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: علامہ اقبال کی تنقید مغرب، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص: ۲۰۰

۷۷۔ G. H. Jansen, Militant Islam, Pan Books Limited London, 1979, First Edition, p. 15

۷۸۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: مغرب کا فکری اور تہذیبی چیلنج، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص: ۱۴۳

۷۹۔ علامہ محمد اقبال، شعاع امید، ماخوذ از ضرب کلیم، شامل ''کلیات اقبال''، ط: لاہور سنگ میل پبلکیشنز ۲۰۰۴ء، ص: ۲۹۰

۸۰۔ محمد اعظم، ''پاکستان میں انتہاپسندی کا سماجی اور ثقافتی پس منظر''، شامل مجموعہ مضامین: ''شدت پسندی چند اہم فکری زاویے''، مرتب: زاہد حسین، شرکت پریس لاہور ۲۰۱۱ء، ص: ۱۱۰

۸۱۔ غازی، محمود احمد، اسلام اور مغربی تعلقات، مجموعۂ محاضرات، عنوان محاضرہ: مغرب کا فکری و تہذیبی چیلنج، ط: کراچی، زوار اکیڈمی پبلکیشنز ۲۰۰۹ء، ص: ۱۵۳

۸۲۔ سلیم منصور خالد، دینی مدارس، کیفیت، مسائل، امکانات، ط: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد ۲۰۰۵ء، ص: ۲۰۵ تا ۲۱۵

۸۳۔ انٹرویو مائد علی، سینئر رپورٹر، دی نیوز، لاہور، بہ حوالہ مقالہ ''پاکستانی ذرائع ابلاغ اور شدت پسندی ایک دوسرے پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں'' از محمد اعظم، شامل کتاب ''شدت پسندی چند اہم فکری زاویے'' مرتب زاہد حسن، ط: شرکت پریس لاہور، ص: ۱۱۹

۸۴۔ Preventing Extremism, A Danish Handbook Series, 14 Cases On Handling Radicalization, n.d. p. 5

۸۵۔ بہ حوالہ جنگ تازہ ترین، ۲۸ دسمبر ۲۰۱۳ء، http://jang.com.pk/jang/dec2013-daily/28-12-2013/u19746.htm